HJRS HEC Journal Recognition System
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN(Print): 3006-4759

Volume2 Issue 2 (Jan-Mar 2025)

ہندومت کا مسلم و مستشرق زاویۂ نظر سے تقابلیمطالعہ: تاریخی، فکری اور تہذیبی جہات کا تنقیدی جائزہ

A Comparative Examination of Hinduism through Muslim and Orientalist Perspectives: Historical, Intellectual, and Civilizational Dimensions

Dr. Manzoor Ali
Assistant Professor (Islamic Studies), Sukkur IBA University, manzoor.ali@iba-suk.edu.pk

Mr. Muhammad Idrees
Lecturer (Islamic Studies), Government Islamia Arts and Commerce College, Sukkur, idreesmansoori@gmail.com

Asghar Ali
Lecturer: Islamic Studies, Kips College Bahria Town Lahore, alimansooriarbab668@gmail.com

Abstract

This study presents a critical and comparative analysis of Hinduism through the perspectives of Muslim and Orientalist scholarship, focusing on its historical, intellectual, and cultural dimensions. Drawing primarily on the works of Abu Rayhan al-Biruni and Klaus Klostermaier, the research examines how two distinct epistemological frameworks interpret the complex and fluid nature of Hindu traditions. Al-Biruni's approach is characterized by linguistic immersion, cultural sensitivity, and an effort toward objective documentation, while Orientalist scholarship often employs historical-critical and analytical methodologies shaped by modern academic paradigms. The study explores key themes such as linguistic barriers, social structures, religious pluralism, and the evolution of Hindu thought, highlighting both convergences and divergences in interpretation. It also critically evaluates the limitations inherent in each perspective, including issues of bias, methodological assumptions, and contextual constraints. By juxtaposing classical Muslim scholarship with contemporary Orientalist analysis, the paper underscores the necessity of a balanced and interdisciplinary approach to understanding Hinduism. Ultimately, the study argues that a nuanced synthesis of these perspectives offers a more comprehensive and accurate understanding of one of the world's most complex religious traditions.

Keywords: Al-Biruni, Kitab al-Hind, Klaus Klostermaier, Hinduism, Comparative Religion, Orientalism, Sanskrit, Indian Historiography

ابوریحان البیرونی کی معرکۃ الآراء تصنیف کتاب الہند جس کا اصل نام فی تحقیق ماللهندمن مقولة مقبولة فی العقل اومرذولة ہے۔ یہ کتاب ہندومت پر ایک بے نظیر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہندومت کی خوش نصیبی ہے کہ اسے البیرونی جیسا وسیع النظر محقق اور کتاب الہند جیسی مایہ ناز تصنیف میسر آئی بلکہ یہ ایک بہت بڑی غنیمت بھی ہے۔ کیونکہ ہندومت کو جہاں قدامت کا شرف حاصل ہے وہاں یہ الجھن بھی موجود ہے کہ اس مذہب کا آغاز وارتقاء کب اورکیسے ہوا؟۔ اس کے متعلق مستند تاریخی روایات کا فقدان ہے۔ اس پر مستزادیہ کہ مذاہب عالم کی تاریخ میں ہندومت جیسالچکدار مذہب نظر نہیں آتا اس پر دیگر مذاہب اور دیگر تہذیبوں کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ البیرونی نے کتاب الہند میں ہندومت کا تانابانا فلسفہ یونان سے جوڑا ہے۔ جغرافیائی طور پر یہ مذہب جس خطہ میں واقع ہے وہ فاتحین کی زد میں رہا ہے۔ البیرونی چونکہ بیک وقت ریاضی، فلکیات، طبعیات، تاریخ، مذاہب عالم، ارضیات، کیمیا اور جغرافیہ کے ماہر تھے۔ اوران موضوعات پر ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں اور مقالہ جات لکھے جن کا مقصد علم کا فروغ اورانسانیت کی بھلائی ہے۔ اس لیے کتاب الہند، ہندومت

اور ہندوستان پر لکھی جانے والی ایک جامع کتاب ہے جس کی مثال عہد حاضر میں بھی نہیں ملتی۔ اس میں البیرونی نے ہندوؤں کے مذہبی عقائد، ان کی تاریخ، ان کے علوم وفنون، تہذیب و تمدن، زبان وادب بالخصوص اشعار کے اوزان، فلکیات اور برصغیر پاک وہند کے جغرافیائی حالات کو بڑی تحقیق سے تحریر کیا ہے۔

اس کتاب سے ہندوؤں کی تاریخ کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتی ہے اس میں بہت سی معلومات ایسی بھی ہے جو اور کہیں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کتاب کو لکھنے میں البیرونی نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ ہندو برہمن اپنا علم کسی دوسرے کو نہیں سکھاتے تھے، لیکن البیرونی نے کئی سال ہندوستان میں رہ کر سنسکرت زبان سیکھی اور ہندوؤں کے علوم میں ایسی مہارت پیدا کی کہ برہمن تعجب کرنے لگے۔ البیرونی نے ہندوستان میں کم وبیش دس سال گزارے اور یہ تصنیف اس طویل عرصہ کا شاخسانہ ہے۔ کلوسٹر میئر کی یگانہ روزگار تصنیف "A survey of Hinduism" دوسری کتاب ہے جس نے اس مضمون کو زیر بحث لایا ہے۔ موصوف کی شخصیت البیرونی اور تصنیف کتاب الہند کی طرح جامعیت کی حامل نہیں ہے، البتہ کلوسٹر میئر ہندومت کی تاریخ پر گہری بصیرت وبصارت رکھنے والے انسان تھے۔ البیرونی اور کلوسٹر میئر کے درمیان قدر مشترک یہ ہے کہ دونوں حضرات نے ہندوستان میں رہ کر ہندوستان کے طول و عرض کی سیاحت کے بعد اپنی معلومات کو سپرد قرطاس کیا ہے۔ اس تحقیق میں دونوں شخصیات اور دونوں تصانیف کے اسلوب و منہج کو تجزیاتی اور تقابلی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

1۔ زبان (لغت)

کسی بھی قوم کے مذہب اور اس کے علوم کو سمجھنے میں دیگر اقوام کو کچھ مشکلات درپیش ہوتی ہیں کیونکہ ہر انسانی زبان اپنے قومی مذہب اور قومی علوم کے اظہار کے لیے تو موزوں ہوتی ہے مگر کسی دوسرے مذہب اور دوسری قوم کے علوم اس میں حسن تعبیر کا درجہ نہیں پاسکتے۔ جب ہم اسلام اور علوم اسلامیہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلامی افکار کی عمدہ ترجمانی کے لیے کونسی زبانیں متحمل ہیں۔ مثلاً دنیا کی بعض زبانیں جو اسلام سے مانوس ہو چکی ہیں ان میں اسلام کو پیش کرنا ان زبانوں کے بنسبت آسان ہے جو اب تک اسلامی تہذیب وافکار سے مکمل شناسا نہیں ہیں۔ اسلام کی ترجمان زبانیں دو طرح کی ہیں ایک وہ زبانیں جو اسلام سے پہلے میدان میں موجود تھیں خداوند عالم نے ان میں سے جو سب سے بہتر نمائندگی کی صلاحیت سے لیس زبان تھی اس کا انتخاب فرمایا دوسری طرف وہ زبانیں ہیں جنہوں نے اپنے ارتقائی مراحل ہی اسلام اور علوم اسلامیہ کے سائے تلے عبور کئے ہیں جیسے اردو۔ لیکن مذکورہ زبانوں کے مقابلے میں اگر اسلام کو انگریزی یا کسی دوسری علاقائی زبان میں پیش کیا جائے تو داعی اسلام کو کچھ مشکل درپیش ہو گی۔ سائنسی علوم کا ارتقاء ماضی قریب میں چونکہ انگریزی میں ہوا ہے لہذا وہ سائنس کی زبان کہلانے کی حقدار ہے۔

ہندومت کی جانکاری کی منزل میں پہلا درپیش مشکل بھی زبان ہے۔ مذاہب عالم زبان کے اعتبار سے دو طرح کی تقسیم میں منقسم ہوتے ہیں۔ بعض مذاہب ایسے ہیں کے ان کی مذہبی زبان اہل مذہب میں تھوڑی بہت اسلوبی تبدیلی کے ساتھ آج بھی مستعمل ہے۔ افسوس کے ایسے مذاہب بہت کم ہیں اور صحیح معنوں میں یہ اعزاز صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔ دوسری جانب وہ مذاہب ہیں کے ان کی مذہبی زبان کہیں بھی مروج نہیں ستم بالائے ستم کہ بعض مذہبی زبانیں مکمل ناپید ہو چکی ہیں اور بعض مذہبی تعلیمات کی بقاء کے لیے نسلاً بعد نسل مذہبی طبقات میں منتقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ ہندومت کی تعبیر کے لیے جو زبان سنسکرت ہے وہ اسی صورتحال سے دوچار ہے۔

کلوسٹر میئر اپنی کتاب سروے آف ہندوازم میں سنسکرت کی ہندومت میں موجودہ اہمیت کو اس طرح پیش کرتے ہیں:

"Nobody will deny the importance of knowing Sanskrit and the intrinsic value of Sanskrit literature for Indian studies. After all, Sanskrit was the language of Brahmin scholarship for thousands of years, and Sanskrit literature constitutes an irreplaceable treasure-house of the literary achievements of many generations of Indian poets, scholars, and thinkers. One must not forget, however, that several times in Indian history successful attempts were made to break the monopoly of Sanskrit learning by expressing important ideas and lofty thoughts in other languages."[1]

البیرونی کے عہد میں بھی اگرچہ اس کا حصول کافی مشکل تھا مگر آج تو اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ آیئے البیرونی کے اپنے خیالات میں اس مشکل کو ملاحظہ فرمائیں۔

"لها فیما بیننا اسباب منها ان القوم یباینوننا بجمیع ما یشترک فیه الامم و اولها اللغة وان تباینت الامم بمثلها و متی رامها احد لازالة المباینة لم یسهل ذالک " [2]

"مغایرت کے اسباب میں سب سے پہلی چیز زبان ہے گو زبان کی مغایرت میں دوسری قومیں بھی اسی طرح باہم مغایر ہیں۔ کوئی شخص جو مغایرت رفع کرنے کے لیے یہ زبان حاصل کرنا بھی چاہے تو آسانی سے نہیں کر سکتا"[3]

اس کے بعد البیرونی سنسکرت زبان کی ذاتی پیچیدگیوں کا ذکر کرتے ہیں کہ یہ زبان کافی مشکل ہے جس میں بنیادی وجوہات میں مشترک الفاظ (ایک لفظ کئی معانی) کا استعمال اور اقوام عالم کا یہ تصور کے زبان کو مشکل کر کے پیش کرنا ایک خوبی ہے اس پر نقد کرتے ہیں اور اس کو زبان کا عیب سمجھتے ہیں۔

"لانها فی ذاتها طویلة عریضة تشابه العربیة یتسمیٰ الشیء الواحد فیها بعدة اسام مقتضبة و مشتقة"[4]

"وجہ یہ ہے کہ وہ بجائے خود ایک لمبی چوڑی زبان ہے۔ جس میں عربی کی طرح ایک ہی مفہوم کے واسطے متعدد و مقتضب (یعنی ایسا لفظ جو ابتداء کسی معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے) اور مشتق (یعنی جو کسی دوسرے لفظ سے کچھ تصرف کر کے بنالیا گیا ہے) نام ہیں۔"[(5)]

مزید لکھتے ہیں:

"یفتخرون بذالک افتخارهم غیرهم به من حیث هو بالحقیقة عیب فی اللغة"5

"ہندو اپنی زبان کی اس حالت پر فخر کرتے ہیں جس طرح دوسری قومیں اپنی زبان کی اس حالت پر حالانکہ حقیقت میں یہ زبان کا عیب ہے۔"[6]

عام لوگوں کے تلفظ اور موجودہ سنسکرت میں مذہبی اصطلاحات کے متعلق کلوسٹر میئر لکھتے ہیں:

"Transliterations from Hindī have been treated in the same way as those from Sanskrit, since it uses the same script. Although in spoken Hindī the short -a of the last syllable of a word is usually not articulated (a Hindī speaker will say Rām instead of Rāma, Śiv instead of Śiva) the syllable letters are the same in Devanāgarī as in Sanskrit and thus have been fully transliterated."[7]

البیرونی نے سنسکرت کی ایک اور مشکل بھی بیان کی ہے جس سے ایک تو وہ پیچیدگی سامنے آئی اور دوسری بات یہ بھی سامنے آئی کے سنسکرت زبان کا اس وقت ہندوستان میں چلن بھی تھا۔ لکھتے ہیں:

"ثم هی منقسم الی مبتذل لا ینتفع به الا السوق و الی مصون فصیح یتعلق بالتصاریف والاشتقاق ودقائق النحو والبلاغة"8

"پھر اس زبان کی ایک قسم عامیانہ ہے جس سے صرف بازاری لوگ کام لیتے ہیں۔ دوسری قسم محفوظ و فصیح جو تصریف و اشتقاق اور نحو وبلاغت کے دقیق مسائل پر مشتمل ہے۔"[9]

تمام تر لغوی پیچیدگیوں کا ذکر محال ہے البتہ البیرونی کی بیان کردہ مذکورہ مشکلات کے علاوہ سنسکرت کے اجنبی حروف کی مخارج اور تلفظ، رسم الخط، کاتبوں کی دوران کتابت لاپرواہی، دو دو، تین تین بیک جگہ ساکن حروف کا استعمال اور ان سب پر بھاری مذہبی لٹریچر کا اشعار میں ہونا ہے۔

انگریزی زبان میں ہندومت کو پڑھنے اور لکھنے والے طالب علم کو سنسکرت کے الفاظ کو لکھنے اور ادا کرنے والی مشکلات اور ان کے حل کے لیے کلوسٹر میئر مقدمہ میں اس عنوان Note on Transliteration and Pronunciation کے تحت لکھتے ہیں:

"The internationally adopted system of transliteration of Sanskrit into English has been followed throughout. Sanskrit vowels have by and large the same value as their Italian counterparts. A macron above a vowel sign indicates a doubling of the length: ā = aa. Consonants broadly correspond—with some exceptions—to their English equivalents. Among the more notable differences are the numerous aspirates: th is not pronounced like the English th in theater but is a double consonant like the t-h in hot-house; j and c and their aspirates are pronounced like dsh."[10]

CC BY

2۔ عدم موافقت اور تعصب

اس حوالے سے البیرونی نے جو رقم کیا ہے وہ اگرچہ کامل طریقے سے اب تو موجود نہیں ہے البتہ کسی حد تک آج کی گلوبل ویلیج میں بھی ماضی کے آثار نظر آتے ہیں۔ بعض چیزیں تو جوں کی توں موجود ہیں فکری دوری اور رسومات وعادات کا اختلاف آج بھی برقرار ہے۔ اگرچہ جدید دور کی سائنسی ترقی نے جہاں فاصلوں کو کم کیا ہے۔ وہاں عام ہندو کو ماضی کی بھول بھلیوں سے نکال کر بدیہی حقائق کو تسلیم کروایا ہے۔ اپنے ملک کے علاوہ باقی دنیا کا انکار اور اپنے علاوہ کہیں بھی وجود بشریت سے انحراف جیسے مضحکہ خیز نظریات اپنی موت آپ مر چکے ہیں۔ البیرونی کہتے ہیں کہ:

"ومنها انهم يباينوننا بالديانة مباينة كلية لا يقع مناشيء من الاقراربما عندهم ولا منهم بشيءمما عندنا"11

"بے تعلقی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ ہندو اپنے دین میں ہم سے کلی مغایرت رکھتے ہیں نہ ہم کسی ایسی چیز کا اقرار کرتے ہیں جو ان کے یہاں مانی جاتی ہے اور نہ وہ ہمارے یہاں کی کسی چیز کا اقرار کرتے ہیں۔"[12]

ایک سبب یہ بھی ہے کہ:

"ومنها انهم يباينوننا فی الرسوم والعادات حتیٰ كادوا يخوفوا ولدانهم بنا وبزينا والهيئات وينبسوننا الی الشيطنية و اياها الی عكس الواجب و ان كانت هذه النسبة لنا مطلقة و فيما بيننا بل وباسرهم مشتركة"13

اردو مترجم لکھتے ہیں کہ:

"قطع تعلقی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ لوگ رسم وعادات میں ہم سے اس درجہ اختلاف رکھتے ہیں کہ اپنے بچوں کو ہم سے اور ہماری ہیئت ولباس وغیرہ سے تقریباً ڈراتے ہیں اور ہم لوگوں کو شیطان کی طرف منسوب کرتے اور شیطان کو خدا کا مخالف اور دشمن قرار دیتے ہیں اگرچہ اس نسبت کا استعمال عام طرح پر ہم لوگوں کے حق میں کیا جاتا ہے لیکن وہ ہمارے اور کل قوموں کے درمیان مشترک ہے۔"[14]

اس کے بعد البیرونی نے مسلم فاتحین کے ہندوستان پر حملوں کو سبب نفرت کے طور پر بیان کیا ہے۔ ان تمام اسباب کے بعد وہ ایک عجیب وغریب حقائق بیان کرتے ہیں کہ:

"ان کے بعد کچھ اسباب ایسے بھی ہیں جن کو بیان کرنا گویا ہندوؤں کی ہجو کرنا ہے لیکن وہ ان کے اخلاق میں سمائے ہوئے ہیں اور کسی سے مخفی نہیں ہیں اور حماقت ایک ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ ملک ہے تو ان کا ملک انسان ہیں تو ان کی قوم کے لوگ، بادشاہ ہیں تو ان کے بادشاہ دین ہے تو وہی جو ان کا مذہب ہے اور علم ہے تو وہی جو ان کے پاس ہے۔"[15]

دیکھا جائے تو آج بھی متعصب ہندوؤں کی فکر اس طرح کی خام خیالیوں سے خالی نہیں ہے۔ آج بھی وہ کسی کے وجود کو اور کسی کے مذہب کو تسلیم اور برداشت کرنے کے لیے ٹھنڈے پیٹ سے راضی نہیں ہیں۔ ہندوستان میں ہونے والے مسلم کش فسادات کی لمبی کہانی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ دیگر ریاستوں کو کجا اپنی ریاست جس کو انہوں نے ایک نام نہاد سیکیولر ریاست کے طور پر متعارف کروا کے اقوام عالم میں ایک سافٹ امیج حاصل کرنے کی کوشش کی ہے کہ باشندوں کے ساتھ انسانیت سوز رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔

3۔ کتمان مذہب و علم

ہندومت میں اپنے مذہب اور علم کو دیگر اقوام سے چھپانا کوئی بڑی بات نہیں ہے کیونکہ وہ خود اہل مذہب جن کا تعلق کم تر طبقات سے ہے ان پر مذہبی علوم کے دروازے بند رکھنا درہم کی خدمت اعلیٰ تصور کرتے ہیں اور مخصوص طبقے کی اجارہ داری ایک عقیدہ کی حیثیت سے ان میں سرایت کر چکی ہے۔ لطیفہ علمی یہ ہے کہ آج غیر ہندو بھی ان کے درہم کو جو جاننا چاہے تو آسانی کے ساتھ رسائی حاصل کر سکتا ہے مگر شودر آج بھی اس حق سے محروم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم سندھ میں موجود شودر ہندو طبقات کے تعلیم یافتہ افراد سے بھی درہم کے متعلق بات چیت کرنے اور جانکاری حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ یہ کہ کر بات چیت سے معذرت کر لیتے ہیں کہ یہ بہت بڑا پاپ ہے۔

البیرونی ان کی اس حماقت پر کچھ اس طرح رقمطراز ہیں:

"اور جو تھوڑا سا علم ان کے پاس ہے اس کو بہت سمجھتے ہیں اور خود پسندی میں مبتلا ہو کر جاہل رہ جاتے ہیں۔ جو کچھ جانتے ہیں اس کو بتلانے میں بخل کرنا اور غیر قوم والے درکنار خود اپنی قوم کے نااہل لوگوں سے بھی شدت کے ساتھ چھپانا ان کی سرشت میں داخل ہے۔"[16]

عام ہندو آج بھی اپنے درہم کو سمجھنے اور اس کی جانکاری کا متلاشی ہے اور لوگ اس طرح کے مفروضوں کے اب باغی بن چکے ہیں مگر یہ جان کر اور زیادہ پریشانی ہوگی کہ عام ہندو ہزار برس پہلے بھی ان بے جا بندھنوں سے بیزار تھا البیرونی نے ذکر کیا ہے

"پھر جب ہم ان سے کسی قدر واقف ہوئے اور ان کو عمل (یعنی وہ اصول جن پر احکام و مسائل کی بنیاد ہے) بتلانا اور بعض دلائل کی طرف اشارہ کرنا اور حسابات کا صحیح طریقہ سمجھانا شروع کیا تو لوگ تعجب کرتے ہوئے ہماری طرف لپکتے اور سیکھنے کے لیے پروانہ وار گرتے تھے"[17]

اور ذوق طبع کے طور پہ یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس چیز کو ہندوؤں نے حسب سابق ایک معجزانہ رنگ دیا اور اس چیز کو وہ مافوق الفطرت کارنامہ گردانتے لگے۔ البیرونی نے اس کی دلچسپ منظر کشی کی ہے

"حالت یہ ہوگئی تھی کہ یہ لوگ ہم کو قریبا جادوگر کہتے تھے اور اپنے بڑوں کے سامنے میراذکر اپنی زبان میں سوائے لفظ بحر یعنی سمندر کے اور ایسے پانی کے جو اس قدر ترش ہو جائے کہ سرکہ سے بھی بڑھ جائے دوسرے لفظ سے نہیں کرتے تھے۔"[18]

ہندومت کے طالب علم کو جو مشکلات درپیش ہو سکتی ہیں ان کی اپنے عہد کے اعتبار سے البیرونی نے صحیح عکاسی کی ہے لیکن کلوسٹر میئر نے اس حوالے سے کچھ زیادہ رقم نہیں کیا ہے اس لیے بھی کہ وہ جس دور میں ہندومت کے مطالعہ کے لیے ہندوستان آئے تو حالات ہزار برس کی کلابازیاں کھا چکے تھے اور ان کا طرز مطالعہ ادارتی نوعیت کا تھا وہ ایک پی ایچ ڈی اسکالر بننے کے لیے ممبئی کی یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹ تھے۔ لھذا اس کے لیے حالات اور ماحول مکمل طور پہ ساز گار تھا۔ ایک اہم بات یہ کہ البیرونی نے ہندومت کو ان کے مذہبی پنڈتوں سے سیکھا ہے اور وہ بھی ایک مسلمان ہو کر جبکہ ان کے دور میں سیاسی پارہ بھی عروج پہ تھا۔ ویسے بھی ہم برصغیر کے لوگ اہل مغرب سے زیادہ مرعوب ہیں وہ چاہے مسلمان ہوں یا ہندو اس لیے کلوسٹر میئر کو ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا بس زبان کے حوالے سے ان کو جو مسائل محسوس ہوئے ان کے تذکرے پہ اکتفا کیا ہے۔

ہندومت کا آغاز وارتقاء

ہندومت کو موجودہ مذاہب عالم میں قدامت کا شرف حاصل ہے مگر اس قدامت کی آخری سرحد اور اس مذہب کا آغاز ایک مسئلہ لاینحل کی طرح تحقیق کی دنیا میں موجود ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اہل ہند کی تاریخ نویسی سے عدم مانوسیت ہے یا پھر اس کی قدامت اتنی ہے کہ اب تک تاریخ نے خود جنم نہیں لیا تھا۔ بحر صورت کوئی حتمی چیز اس حوالے سے سامنے نہیں آئی ہے اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ فقط ایک تخمینہ بازی اور قیاس آرائی ہے۔ نہرو لعل نے اس پریشان کن صورتحال کا ذمہ دار اپنے اسلاف کو ٹھرایا ہے کہ انہوں نے دیگر اقوام عالم کی طرح اپنے مذہب اور دھرتی کی تاریخ کو سپرد قرطاس کیوں نہ کیا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی تاریخ کے لیے بھی دوسروں کو پڑھنا پڑتا ہے۔ اس آغاز وارتقاء کو البیرونی نے مکمل طور پہ ذکر نہیں کیا ہے البتہ البیرونی نے ان کے ہاں رائج تاریخ کے مختلف طرق اور ان کے پیچھے موجود داستانوں کا ذکر کیا ہے جس سے ان کی قدامت کے متعلق بعید از قیاس اور بالائے عقل و فہم معلومات فراہم ہوتی ہے البیرونی لکھتے ہیں کہ:

"ہندو بڑے بڑے اعداد کے استعمال سے اکتاتے نہیں بلکہ اسے پسند کرتے ہیں لیکن اکثر اوقات بعض عملی دشواریوں کی وجہ سے چھوٹے اعداد استعمال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں"[19]

وجہ تسمیہ

اس حوالے سے کلوسٹر میئر کی تصنیف کا ہی سہارا لیں گے جنہوں نے اس پر مستقل ایک باب باندھا ہے کیونکہ ان کے پیش نظر صرف ہندومت کو بیان کرنا تھا اور البیرونی کے سامنے کرہ ارض پہ پھیلا ہوا پورا ہندوستان تھا جس کے مذہب جغرافیے، علوم وفنون اور دیگر کئی موضوعات کو زیر بحث لانا ضروری تھا۔ کلوٹر میئر مذہب کے آغاز وارتقاء پر بات کرنے سے قبل اس کی وجہ تسمیہ کی ایک مختصر تاریخ بیان کرتے ہیں جس میں لفظ سندھ سے ہند اور پھر ہندو کیسے بنا اور انگریزی میں اس کے ساتھ ازم کا استعمال کب ہوا؟؟

"The ancient Persians, who occupied the lands west to the Indus River called the whole country lying across the Indus River Sindh and its inhabitants Sindhus, a designation that was later taken over by the Greeks who succeeded

CC BY

them and resulted in the now commonly used designations of India and Indians. The Muslims, who began invading India from the eighth century onward, used the term Hindu as a generic designation for non-Muslim Indians, identical with "idol worshipers." In the 1830s Englishmen, writing about the religions of India, added -ism to Hindu and coined the term Hinduism, making an abstract and generic entity out of the many diverse and specific traditions of the Hindus."[20]

کلوسٹر میئر کی مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ قدیم ایرانی لوگ دریائے سندھ کے علاقے کو سندھ کہتے تھے بعد ازیں یونانیوں نے انڈیا اور انڈین کی اصطلاح استعمال کی اور اس کے بعد مسلم فاتحین نے مسلم اور غیر مسلم کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کے لیے ہندو لفظ کو اپنایا جس سے بت پرستوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا۔1830 میں جب انگریزوں نے اس مذہب پر لکھا تو انہوں نے ازم لگا کر ہندوازم کر دیا لیکن ان کے نزدیک ہندوازم سے مراد ان کی تمام تر متعلقہ روایات ہیں۔

کلوسٹر میئر نے یہاں جو کہا ہے اس میں یہ چیز قابل اعتراض ہے کہ لفظ ہندو مسلمانوں نے استعمال کیا تھا بلکہ یہ لفظ بعد ازیں سندھ سے ہند میں بدل چکا تھا اس کی وجہ مورخین نے ایک تو یہ ذکر کی ہے کہ اہل ایران نے ان کو ہندو کہا تھا اس لیے کے یہ لوگ ڈاکو تھے اور اس لفظ کی معنی یہ ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جب یہاں پر انڈو یورپین قوم آریا آئی تو اس سے قبل یہاں دراوڑ قوم رہتی تھی نو آمودہ لوگ رنگ کے گورے تھے اور دراوڑ سیاہ تھے لھذا ان کے لیے لفظ ہندو استعمال کیا گیا جس کے معانی ہیں سیاہ جبکہ آریا بمعنیٰ گورا چٹا۔ دوسری چیز یہ بھی محل نظر ہے کہ یہ لفظ ہندو یا عربی میں ہندی کسی مذہب کے ساتھ خاص ہے یا خطہ کے ساتھ اس کا تعلق ہے اس حوالے سے کلوسٹر میئر کا کہنا ہے کہ ہندو لفظ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان امتیاز کے لیے مسلمانوں نے استعمال کیا تھا یہ بات غلط ہے کیونکہ آج بھی بقول ڈاکٹر ذاکر نائیک یہ لفظ ہندوستان کے باشندوں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے اور نہرو نے تو کہا ہے کہ لفظ ہندو کا اطلاق ہندومت پر نہیں ہندوستانیوں پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب ممالک میں اب بھی اہل ہند کے لیے ہندی کہنے کا چلن موجود ہے۔

اس مذہب کے آغاز و ارتقاء کو معلوم کرنے کے لیے اس کی مذہبی کتب کی تدوین کے ادوار کا پیچھا کیا جاتا ہے یہ طریقہ کلوسٹر میئر نے اپنایا ہے اور البیرونی نے اس حوالے سے ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے جو ان کی کتب میں موجود ہیں ان سے ان کے حساب کے مطابق بعض چیزوں کی عمریں معلوم کی جاتی ہیں مگر یہ اندرونی شہادتیں بے جا مبالغہ آرائی پر مشتمل ہیں۔

البیرونی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ان کی تاریخ کے ادوار میں سے بعض یہ ہیں۔1۔برہما کے وجود کی تاریخ۔2۔برہما کے موجودہ یوم کی ابتداء یعنی کلپ کی ابتداء۔3۔ساتویں منونتر کی ابتداء، جو ہمارا زمانہ ہے۔4۔اٹھائیسویں چترگیگ کی ابتداء، جس میں اس وقت ہم موجود ہیں۔5۔موجودہ چترگیگ کا چوتھا یگ۔6۔پانڈو کال یعنی پانڈوؤں اور بھارت کے درمیان کی لڑائیوں کا زمانہ، یہ سب ادوار اور زمانے قدیم ہیں جن کو سیکڑوں بلکہ ہزاروں سال سے بھی زیادہ ہوگئے ہیں۔اس لیے ان سے کام لینا منجموں اور دوسرے لوگوں کے لیے دشوار ہی نہیں نا ممکن بھی ہے۔"[21]

کلوسٹر میئر ہندومت کے لٹریچر کی قدامت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"The Vedas, the oldest literary monument of the Indian people, a collection of hymns composed in an archaic Sanskrit, are universally considered the foundational scriptures of Hinduism. The authors of these hymns called themselves Āryans, "Noble People." The date of the composition of these hymns and the original habitat of the Aryans have become one of the most contested issues in Indian studies. The polemical literature has reached such dimensions and the emotions have been raised to such heights that only a sketch of the controversy and some hints about its ideological background can be given in this place."[22]

وید ہندوؤں کے قدیم ترین لٹریچر کا مجموعہ ہیں جو کہ سنسکرت زبان میں مدون ہیں۔عالمی لیول پہ ان کو ہندومت کا بنیادی مذہبی متن سمجھا جاتا ہے۔اس کے مصنفین اپنے آپ کو آریا کے نام سے متعارف کرواتے ہیں۔جس کا مطلب ہے معزز لوگ یا مقدس ہستیاں (رشی)۔ان مقدس کتب اور آریا کی تاریخ ہندوستانی علوم کا ایک معمہ ہے۔یہ شاعرانہ طرز میں موجود مذہبی لٹریچر وسعت اور جذبات کی چوٹیوں کو چھورہا ہے یہاں اس کے بحث کا خلاصہ اور اس کے نظریاتی پس منظر کی طرف اشارات ہی ممکن ہیں۔

البیرونی نے اس دور میں ہندوؤں کے انداز تاریخ کا ذکر کیا ہے کہ یہ تاریخ کا شمار کس انداز میں کرتے ہیں ان کے ہاں بیسیوں قسم پر مشتمل تاریخ ہے پھر شمار کرنے کے انداز بھی مختلف ہیں ایک صدی کی تکمیل کے بعد اس کو چھوڑ کر از سر نو شمار کرنے کا انداز ہے اور دوسرا طریقہ مسلسل شمار کا ہے پھر ہر بڑے واقعہ سے ان کی ایک نئی تاریخ شروع ہو جاتی ہے مگر خود اس واقعہ کی ابتداء معلوم نہیں حسابات لگانے سے بھی کوئی عملی صورت ممکن نظر نہیں آتی وہ لکھتے ہیں:

"اس باب میں جن سنوں کا ذکر ہوا ہے اس کی عملی توجیہ نہیں کی جا سکتی کیونکہ ان میں جو مدتیں استعمال ہوتی ہیں وہ صدی سے زیادہ ہیں اور سو سال سے قبل کے واقعات کے بارے میں روایات میں بہت اختلاف ہے"[23]

کلوسٹر میئر نے جدید طرز کی تاریخی قیاس آرائیوں کے مطابق اس مذہب کے آغاز وارتقاء پر بات کرتے ہوئے رگوید کے دور تالیف اور آریا قوم کی حملہ آوری کے مطابق جو چیز سامنے آتی ہے اس پر روشنی ڈالی ہے

> *“This putative “Aryan invasion” was dated ca. 1500 bce, and the composition of the hymns of the Ṛgveda was fixed between 1400 and 1200 bce. The Aryan invasion theory was conceived on pure speculation on the basis of comparative philology, without any archaeological or literary evidence to support it. It was resisted as unfounded by some scholars from the very beginning. In the light of recent archaeological finds, it has become less and less tenable. Nevertheless, the Aryan invasion theory, recently downgraded to an Aryan migration theory”*[24]

ایک تخمینے کے طور پہ آریائی قوم کے حملے کو1500 قبل مسیح متصور کیا گیا ہے اور رگوید کی تالیف1400 سے1200 قبل مسیح متعین کی گئی ہے۔آریا قوم کے حملہ آوری کے اس فلسفے کی خالصۃً بنیاد علم لسانیات کی قیاس آرائیوں پر ہے۔جس کی تائید میں آثاریاتی اور لٹریچری ثبوت نہیں ہیں۔ابتداء سے ہی بعض علماء نے اس کو بے بنیاد قرار دے کر رد کر دیا تھا۔موجودہ آثاریاتی انکشافات نے تو اس کے ثبوت کے امکان کو بہت ہی کم کر دیا ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ حالیہ آریائی ہجرت کے نظریے نے آریائی آمد کے نظریے کو بے وقعت بنا دیا ہے۔

البیرونی ان کے تاریخ کے طرز کو اور اس کی تمام تر تفصیلات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اگر یہ تاریخیں جن کو مارکندیو نے ذکر کیا ہے معلوم ہوں اور ہم ان کی مقدار کافی طرح بتلا چکے ہیں اس سے ظاہر ہو گا کہ برہما کی عمر سے (یعنی اس تاریخ سے جس کی ابتداء برہما کے وجود سے ہوتی ہے) اس وقت تک جس کو ہم نے میعار بنایا (یعنی 400 یزدجر تک) ہم لوگوں کے سال تک26215732948132 سال گذر گئے"[25]

کلوسٹر میئر اس طویل بحث کو کسی منطقی نتیجے کی طرف لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور بعد ازیں ہندومت میں جنم دینے والی بہت بڑی شخصیت اور بدھ مت کے بانی سدارتھ گوتم بدھ کی زندگی اور اس کے مذہب کو بنیاد بنا کر ویدوں کے دور اور آریا وغیرہ کی تاریخیں جو درج کی گئی ہیں ان کو بیان کیا ہے۔اگرچہ اس کے بعد جدید علوم کے ماہرین کی آراء کو بھی درج کیا ہے اور ان کے دلائل کو بھی کافی تفصیل کے ساتھ رقم کیا ہے جس میں ریاضی دان اور آثار قدیمہ کا بالخصوص ذکر کیا ہے اس میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ایک رائے کے مطابق ہندومت کے آغاز وارتقاء کو وادئ سندھ کی تہذیب کے ساتھ جوڑا گیا ہے اور اس دور کو ہی ویدک دور کہنے کی تجویز دی گئی ہے۔

> *“In the absence of reliable evidence, they postulated a time frame for Indian history on the basis of conjectures. Considering the traditional dates for the life of Gautama, the Buddha, as fairly well established in the sixth century bce, supposedly pre-Buddhist Indian records were placed in a sequence that seemed*

cc BY

plausible to philologists. Accepting on linguistic grounds the traditional claims that the Ṛgveda was the oldest Indian literary document, Max Müller, a greatly respected authority in Veda studies, allowing a time span of two hundred years each for the formation of every class of Vedic literature and assuming that the Vedic period had come to an end by the time of the Buddha, established the following sequence that was widely accepted: Ṛgveda, ca. 1200 bce, Yajurveda, Sāmaveda, Atharvaveda, ca. 1000 bce, Brāhmaṇas, ca. 800 bce , Āraṇyakas, Upaniṣads, ca. 600 bce"[26]

مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مستند اور قابل یقین دلائل کی عدم دستیابی کی صورت میں محض لسانیات کی بنیاد پر ہندوستانی تاریخ کا ایک ٹائم فریم بنایا گیا ہے۔ گوتم کی زندگی کے متعلق جو روایتی تاریخیں ہیں ان سے یہ نتیجہ لیا گیا ہے کہ وہ چھٹی صدی قبل مسیح میں ہیں تو اب اس سے پہلے کے ریکارڈ کو معلوم کر کے ایک مختصر نقشہ یہ بنا کہ رگوید بارہ سو قبل مسیح یجر وید، سام وید اور اتھر وید ایک ہزار قبل مسیح برہمن دور آٹھ سو قبل مسیح اور آریا اور اپنشدوں کا دور چھ سو قبل مسیح تھا۔

ہندوستانی معاشرہ

ہندومت کے آغاز وارتقاء پر مختصر وضاحت کے بعد ہندوستان کے حوالے سے مصنفین کی آراء جاننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وہ اس خطے کو اور اس کی تاریخ اور یہاں کی تہذیب کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ کلوسٹر میئر نے اس کا منظر کچھ اس طرح بیان کیا ہے

"Based on the early dating of the Ṛgveda (ca. 4000 bce) and on the strength of the argument that Vedic astronomy and geometry predates that of the other known ancient civilizations, some scholars have made the daring suggestion that India was the "cradle of civilization." They link the recently discovered early European civilization (which predates ancient Sumeria and ancient Egypt by over a millennium) to waves of populations moving out or driven out from northwest India. Later migrations caused either by climatic changes or by military events, would have brought the Hittites to western Asia, the Iranians to Afghanistan and Iran, and many others to other parts of Eurasia. Such a scenario would require a complete rewriting of ancient world history"[27]

رگوید کی قدیم تاریخ اور اس دلیل کی قوت پر کے ویدوں میں جو علم ہیئت اور علم ہندسہ ہے وہ قدیم ترین معلوم شدہ تہذیبوں کی نشاندہی کرتا ہے بعض اسکالرز نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا ہے کہ ہندوستان تہذیب کا گہوارہ تھا وہ حالیہ دریافت شدہ ابتدائی مغربی تہذیب سے اس کا تانا بانا جوڑتے ہیں (یعنی بابل اور مصر کی ہزار ہا سالہ تہذیب کی طرف اشارہ ہے) شمالی مغربی ہندوستان سے آبادیوں کی لہریں برضاء و رغبت یا بادل ناخواستہ نقل مکانی کرتی نظر آتی ہیں بعد ازیں یہ ہجرتیں ماحولیاتی تبدیلیوں اور عسکری واقعات کا سبب بنیں جو کہ مغربی ایشاء میں کئی طاقتور مذاہب لیکر آئیں جیسے ایرانیوں کی ایران وافغانستان کی طرف اور دیگر مذاہب کی ایشیاء کی دیگر حصوں میں آمد یہ منظر نامہ ایک مستقل قدیم تاریخ عالم کے عنوان پر لکھنے کا متقاضی ہے۔

ہندوستان پر قدیم تہذیبوں کے اثرات اور بالخصوص ان کے معقولی علوم پر یونانی تہذیب کے گہرے اثرات کا البیرونی نے بھی تذکرہ کیا ہے اور اگر بت پرستی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو قدیم بڑی بڑی تہذیبیں اس امر میں مشترک ہیں یونانی تہذیب میں بھی کثرت پرستی ایک مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتی ہے البیرونی لکھتے ہیں:

"ہم کہتے ہیں کہ عیسائیت سے قبل زمانہ جاہلیت میں یونانیوں کا عقیدہ بھی اسی قسم کا تھا جیسا کہ ہندوؤں کا ہے۔ استدلال عقلی میں یونان کے خواص کا طریقہ وہی تھا جو ہندوؤں کے خواص کا ہے اور بت پرستی میں یونان کے عوام اس طریقہ پر تھے جس پر ہندو عوام ہیں یہی اتفاق اور مشابہت دکھانے کے لیے ہم ایک کے کلام کو دوسرے کی شہادت میں لاتے ہیں نہ کہ ان کی صحت ثابت کرنے کو، اس لیے کہ حق کے ماسواء جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے اور بحیثیت حق سے منحرف ہونے کے کل کفر ایک ملت ہے"[28]

اس کے بعد البیرونی کہتے ہیں کہ یونان کی اصلاح کے لیے تو کچھ لوگ میدان میں اترے مگر ہندوستان کی بدنصیبی کے اسے کوئی کامل مصلح نہیں ملا اس مضمون کو البیرونی کے انداز میں ملاحظہ فرمائیے

OPEN ACCESS

"ہندوؤں میں یونانی حکماء کی مثل ایسے لوگ نہیں ہوئے جو علوم کی تہذیب (یعنی اصلاح و تکمیل) کرتے۔اس لیے ان کا کوئی خاص کلام بھی ایسا نہیں پاؤ گے جس میں انتہا درجے کا اضطراب اور بد نظمی نہ ہو اور جس کے آخر میں عوام کے خرافات کی آمیزش نہ ہو"[29]

ہندوؤں کے علاوہ دیگر مذہبی اکائیاں

ہندوستان ممکن ہے کہ کسی دور میں صرف ایک ہی مذہب کو ماننے والوں کی سرزمین رہا ہو مگر ایک عہد قدیم سے یہاں دیگر مذاہب ناصرف باہر سے آئے ہیں بلکہ بعض مذاہب کی جنم بھومی بھی ہندوستان ہے اگرچہ ان کے متعلق ایک رائے یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ وہ ہندومت کی اصلاحی تحریکیں تھیں کوئی مستقل مذاہب نہیں تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ایک علیحدہ مذہب متعارف کروایا ہے اور اپنی شناخت اور بقاء کی جنگ بھی لڑی ہے جس میں انہوں نے ہندوستان کو زیر نگیں بھی کیا ہے اور اس پر اقتدار بھی کیا ہے۔

جہاں تک سامی ادیان کی بات ہے تو اسلام تو اپنی ابتدائی صدیوں میں ہندوستان کا رخ کر چکا تھا اگرچہ اسلام کی آمد تدریجی نوعیت کی ہے وہ یہاں تاجروں سے لیکر محدثین تک ایک طویل تاریخ رکھتا ہے۔اور ہزار سالہ اقتدار بھی اس کی تاریخ کا حسین باب ہے۔عیسائیت باقاعدہ تو سامراجی دور میں ہیاں آئی لیکن یہاں موجود مسلمانوں اور ہندوؤں کی مشترکہ مزاحمت کی وجہ سے باوجود حکومتی پشت پناہی کے کچھ زیادہ جگہ نہیں پا سکی۔غیر سامی ادیان میں بدھ مت جین مت اور سکھ مت یہاں کے قابل ذکر مذاہب ہیں۔کلوسٹر میئر نے اپنی تحقیق کے دوران اس وقت کے اعداد و شمار کا ذکر کیا ہے۔البیرونی نے اس حوالے سے کچھ بھی رقم نہیں کیا ہے۔

کلوسٹر میئر نے موجود تمام مذاہب کی تعداد کا ذکر کیا ہے۔ذیل میں ان کے اقتباسات ہر مذہب کے متعلق علیحدہ درج کیے جاتے ہیں۔یہاں ایک چیز کا تذکرہ ضروری ہے کہ کلوسٹر میئر صحافت کی آزادی کے دور میں رہتے ہوئے ایک درباری مصنف کی تمام صفات لیے ہوئے اقلیتوں کے ساتھ برتے جانے والے رویوں اور ان کے حقوق وغیرہ کو برسبیل تذکرہ بھی بیان نہیں کرتے جبکہ البیرونی نے ہندوؤں کے دیگر مذاہب کے متعلق تعصبات کا کھل کر اظہار بھی کیا ہے اور اپنے اہل مذہب سے نفرت کے اسباب بھی ذکر کیے ہیں

1۔ہندوؤں کی آبادی

کلوسٹر میئر کی رپورٹ کے مطابق:

> *"While over 80 percent of India's population are Hindus, with a total population estimated at 1.3 billion, that leaves a considerable number of non-Hindus who in some way or other interact with the Hindu majority"*[30]

ہندوستان کی کل آبادی کا اسی فیصد ہندو ہیں جبکہ کل آبادی ایک اشاریہ تین بلین شمار کی گئی ہے جس سے ایک قابل ذکر تعداد غیر ہندو آبادی بچ جاتی ہے جو کسی نا کسی طرح اس اکثریتی آبادی کے ساتھ منسلک ہے

2۔مسلم آبادی

کلوسٹر میئر نے ہندوستان میں موجود مسلم آبادی کا ذکر کیا ہے اور ہندو مسلم تعلقات کا بھی ذکر کیا ہے مگر زیادہ تفصیل کے ساتھ کسی عملی صورتحال کو زیر بحث لائے بغیر خدشات کا ذکر کیا ہے

> *"The largest group, no doubt, are the Muslims. Even after partition, which was intended to give to Indian Muslims a homeland of their own in Pakistan, over 120 million Muslims live in today's India. The coexistence of this large minority with the Hindu majority often is an uneasy one: centuries of conflict have created a permanent, latent tension that, at the slightest provocation, flares up into a riot—often with great loss of life and property on both sides"*[31]

بلاشبہ ایک بہت بڑا گروہ مسلمانوں کا ہے اس تقسیم کے بعد جس میں ہندوستانی مسلمانوں کو علیحدہ ریاست پاکستان کی صورت میں دینے کا ارادہ کیا گیا تھا۔ایک سو بیس ملین سے زائد مسلمان آج کے ہندوستان میں مقیم ہیں۔اتنی بڑی اقلیت کا اکثریت کے ساتھ رواداری کے ساتھ رہنا خاصہ مشکل کام ہے۔صدیوں کے اختلافات نے مستقل تناؤ پیدا کیا ہے معمولی سی اشتعال انگیزی ایک بہت بڑے لاوے کو بھڑکا سکتی ہے۔جس کا جانی اور مالی نقصان دونوں طرف ہو گا

OPEN ACCESS

3۔ سکھ آبادی

کلوسٹرمیئر سکھ آبادی کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی علیحدگی پسند تحریک کے ضمن میں انڈیا کا خوب کیس لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جس سے ان کی تحقیق و تحریر کے اسلوب پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

"The Sikhs, long counted as close to Hindus, have also been asserting their own religious and cultural identity. They constitute only about 2 percent of India's population. They are strongly concentrated in the Punjab, where they claim to have a majority. Not all Sikhs are convinced that they need a separate Khalistān, but the more extremist faction did not shy away in the last decades of the twentieth century from terrorism and murder to press the claim. Happily the situation has calmed down now."[32]

سکھ جن کو عموماً ہندوؤں کے قریب شمار کیا جاتا ہے جو کہ ذاتی مذہبی اور ثقافتی پہچان کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہندوستانی آبادی کا دو فیصد ہیں وہ بڑے طاقتور انداز میں پنجاب میں اپنی مرکزیت قائم کیے ہوئے ہیں جہاں وہ اپنی اکثریت کی دعوی کرتے ہیں۔ تمام سکھ آمادہ نہیں ہیں کہ انکو علیحدہ خالصتان کی ضرورت ہے۔ لیکن انتہاپرست گروہ انیسویں صدی کی کچھ سابقہ دہائیوں میں دہشت گردی اور قتل وغارت سے بے خوف ہو کر اس چیز کا اظہار کرتا ہے۔ اب بخیر وخوبی یہ معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔

4۔ عیسائی آبادی اور دیگر مذاہب

کلوسٹر میئر نے عیسائیت، بدھ مت، جین مت، مجوسیت اور یہودیت کے وجود کی بات کی ہے اس کے بعد کئی چھوٹے فرقوں کا بھی جائزہ پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"Around thirty million Indians are Christians, divided into a great many different churches and denominations. Tensions between Christians and Hindus have increased over the past decades, mainly over the issue of Christian missions. There are about seven million Buddhists, four million Jains, a few hundred thousand Parsis and Jews—all of them with a long Indian history of their own."[33]

اندازاً تیس ملین ہندوستانی عیسائی ہیں جو کہ بہت سارے کلیساؤں اور برادریوں میں منقسم ہیں۔ گزشتہ دہائیوں میں عیسائیوں اور ہندوؤں کے درمیان اختلافات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اہم معاملہ عیسائی مشینری ہے۔ یہاں تقریباً سات ملین بدھ چار ملین چین مت کے ماننے والے اور چند سو مجوسی اور یہودی بھی ہیں۔ ہر ایک کی اپنی لمبی ہندوستانی تاریخ ہے۔ اس کے بعد کلوسٹر میئر نے متعدد گروہوں کا ذکر کیا ہے۔

ہندو معاشرے میں علوم وفنون

کلوسٹر میئر لکھتے ہیں:

"India is a large country and has always contained a considerable part of the earth's population, roughly one-sixth at present. India's civilization in all its aspects—material, intellectual, artistic, spiritual—is a major component of world civilization and has been so for the past five thousand years at least. Learning about India widens our horizons and makes us better understand what it means to be human and civilized."[34]

ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے اور ہمیشہ ایک قابل شمار انسانی آبادی کے حصے پر مشتمل رہا ہے اس وقت ایک اندازے کے مطابق انسانی آبادی کا 1/6 حصہ ہے۔ ہندوستانی تہذیب اپنے جملہ پہلوؤں میں ـــ مواد، عقلیت، فنکاری، روحانیت ـــ عالمی تہذیب کا ایک بہت بڑا حصہ ہے اور پچھلے پانچ ہزار برس میں تو کم از کم رہا ہے۔ ہندوستان کے متعلق جاننا ہماری آفاقیت میں کشادگی پیدا کرتا ہے اور ہمیں یہ سمجھنے کے قابل بناتا ہے کہ انسان اور مہذب ہونے سے کیا مراد ہے

cc BY

البیرونی نے ہندوستان کے تمام علوم وفنون کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان علوم کا مکمل تصور واضح کرتے ہوئے اس پر لکھی گئی تصانیف بھی بیان کی ہیں۔علاوہ ازیں ان کے علوم کا ایک تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے یہ اتنا پیچیدہ کام البیرونی کے لیے تو ممکن تھا لیکن کلوسٹر میئر تو صرف البیرونی کے بیانات کو نقل بھی کرنے سے قاصر ہو گا ان علوم کی تفصیلات ذکر کرنا مشکل ہے ذیل میں کئی صفحات پر پھیلی ہوئی اس طویل بحث کی تلخیص ملاحظہ فرمائیں

1۔صرف ونحو اور عروض

البیرونی لکھتے ہیں:

"صرف ونحو اور اوزان وبحور کا علم دوسرے علوم میں معاون ہوتا ہے۔ہندو ان دونوں علوم میں سے قواعد کو فضیلت دیتے ہیں۔وہ اسے ویاکرن کہتے ہیں۔یعنی کلام کو صحیح رکھنے اور تحریر وتقریر میں بلاغت وفصاحت پیدا کرنے کے اصول وقواعد"[35]

اس فن کی بعض کتب کا بھی تذکرہ کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے۔1۔آئندر یہ کتاب فرشتوں کے سردار اندر کی تصنیف بتائی جاتی ہے۔2۔چندر یہ چندر کی تصنیف ہے جو بدھوں کے سرخ لباس پہننے والے طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔3۔سکت اس کتاب کا نام اس کے مصنف کے نام پر ہے جو قبیلہ ساکتائن کا تھا۔لفظ ساکتائن اصل میں سکت سے ہی ماخوذ ہے۔4پاننی اس کتاب کا نام بھی مصنف کے نام پر ہے۔5۔کاتنتر سرداور من کی تصنیف ہے۔6۔سسی دیووارتی اس کو سسی دیو نے لکھا ہے۔7۔دگاوی درتی۔8۔ششیاہتاورتی یہ اگر بھوتی نے تصنیف کی[36]

علم عروض کے حوالے سے البیرونی کہتے ہیں کہ:

"صرف ونحو کے بعد چھند کا فن ہے جو شعر کو موزوں کرنے کا علم ہے اور ہمارے عروض سے مشابہ ہے۔ہندوؤں کے لیے یہ ایسا ضروری ہے کہ وہ اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی تمام کتابیں نظم میں ہیں۔ نظم میں کتابیں لکھنے کا سبب یہ ہے کہ منظوم کتابیں آسانی سے یاد ہو جاتی ہیں۔"[37]

2۔علم نجوم اور ہندوؤں کے دیگر علوم

ہندوستان کے علوم،اہل اقتدار کی علمی خدمات کے اثرات اور اپنے عہد کی علمی صورتحال پر البیرونی کے خیالات کچھ اس طرح ہیں۔

"ہندوؤں کے علوم کی تعداد بہت زیادہ ہے اور جب ان کی ترقی کے زمانے میں عوام الناس کی توجہ ان علوم کی طرف ہوتی ہے تو ان میں اور اضافہ اور ترقی ہوتی ہے۔لوگ ان علوم اور ان کے عالموں کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حصہ ارباب حکومت کا ہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو عالموں کو ضروریات زندگی سے چھٹکارہ دلا سکتے ہیں"[38]

مزید لکھتے ہیں:

"ہمارا زمانہ علم کی ترقی کا زمانہ نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے بالکل اس کے برعکس ہے یہ زمانہ ایسا نہیں کہ کوئی نیا علم پیدا ہو اور کوئی نئی تحقیق سامنے آئے اور اس وقت جو تھوڑا بہت علم موجود ہے وہ گذرے ہوئے زمانے کی کچھ بچی کچی یادگار ہے"[39]

علم نجوم کی ہندومت میں کیا اہمیت ہے اس کو اجاگر کرتے ہوئے البیرونی رقمطراز ہیں

"علم نجوم ہندوؤں میں سب سے زیادہ مشہور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے مذہبی معاملات کا علم نجوم سے متعلق ہے۔ان میں سے جو شخص منجم بننا چاہتا ہے اس کے لیے صرف نجوم کو جان لینا کافی نہیں بلکہ رمل سے واقفیت بھی ضروری ہے"[40]

3۔اوزان اور پیمانوں کا علم

اس میں البیرونی نے ہندوستان میں اوزان کے طرق سکوں کے متعلق ان کا طرز سونے اور چاندی کے ساتھ ان کا حساب وکتاب اور فاصلوں کی پیائش کو بیان کیا ہے غرض ان کی مکیلی موزونی اور عددی اشیاء کا ذکر کیا ہے جس میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہندوستان کا عمومی مزاج گننے کا ہے ناکہ تولنے کا اور اس میں بھی وزن کے بجائے کیل کو زیادہ استعمال کیا جاتا تھا۔شہروں کے درمیان مسافت کی پیائش کی اصطلاحات اور ان کے اندر آنے والی مسافت کا ذکر کیا ہے[41]

CC BY

4۔ہندوستان کا رسم الخط اور حسابات کے طرق

البیرونی نے اس میں کتابت کے متعلق اہل ہند کے مزاج کو بیان کیا ہے کہ وہ کتابت سے زیادہ یاداشت کو اچھا سمجھتے تھے اور اس کے بعد کتابت کے معاونات کو بیان کیا ہے موصوف لکھتے ہیں کہ اہل ہند یونانیوں کی طرح چمڑے پہ لکھنے کو معیوب سمجھتے تھے کیونکہ سقراط کا کہنا تھا کہ زندہ دلوں کا علم مردہ چمڑے پہ تحریر کرنا مناسب نہیں۔معاونات تحریر میں اہل ہند تاڑنامی پتے پہ لکھتے تھے اور دھاگے میں پروتے تھے کاغذ کی ایجاد اہل چین کی ہے سامی ادیان کے ماننے والے چمڑے کا استعمال کیا کرتے تھے۔بعد ازیں اہل ہند کے حروف تہجی اور مختلف علاقہ جات کے رسم الخط کا تذکرہ ہے۔حسابات میں سب سے پہلے اہل ہند کے ہندسے اور پھر ہندوسوں کے رسم الخط کا ذکر ہے[42]

عوام وخواص کا مذہب

ہندومت چونکہ کسی وحی والہام پر مبنی مذہب نہیں ہے اگرچہ وہ ویدوں کے کلام کو خدائی کلام تصور کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ویدوں کے ضائع ہونے اور دوبارہ لکھے جانے کا بھی اعتراف کرتے ہیں۔اسی طرح عصر حاضر کے بعض محققین کی ذاتی رائے کے مطابق ان کے رشی پیغمبر ورسول تھے لیکن یہ بھی کوئی زیادہ مستند قول نہیں ہے محض ایک رائے ہے جو کافی دلائل طلب محسوس ہوتی ہے۔اس لیے یہ مذہب انتہائی غیر فطری واقع ہوا ہے جس میں بنیادی وجہ انسانیت کی فطری مساوات کو بری طرح بگاڑ کر اسے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ان کی اصل تقسیم کا تذکرہ اپنی جگہ ہو گا یہاں ان کی ایک اور تقسیم پیش نظر ہے اور یہ تقسیم بدقسمتی سے تمام مذاہب کا مشترکہ المیہ ہے اس کے پیچھے کہیں مذہبی پیشواؤں کی اجارہ داری ہے تو کہیں اس مذہب کے عام طبقے کی مذہبی تعلیمات سے غفلت ہے۔ہندومت کے طالب علم کے سامنے یہ سوال ہمیشہ سے موجود رہا ہے کہ وہ اگر ہندومت کو سمجھنا چاہے تو وہ کس ذریعے کو اپنائے ایک تو ہندومت وہ ہے جو ان کے مقدس لٹریچر میں موجود ہے اور ایک ہندومت وہ ہے جو عملی صورت میں دکھائی دیتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان دو کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں وید کچھ اور تو پنڈت کچھ اور ہی فرما رہا ہے۔

عموماً کسی بھی مذہب کو سمجھنے کا معتبر ذریعہ اس کے مقدس لٹریچر کو سمجھا جاتا ہے لیکن وہ بھی تب جب اہل مذہب میں محض عملی کوتاہی ہو اور ان کی عملی زندگی مذہب کی نمائندگی نہ کر رہی ہو لیکن یہاں صورتحال یکسر مختلف ہے یہاں تو مذہبی زندگی بھی اس کی نمائندہ نہیں ہے جو کہ ان کے مذہبی کتب کی تعلیمات ہیں۔ایسے میں ہندومت ایک ناقابل تعریف مذہب بن چکا ہے۔نہرو نے یہاں تک کہ دیا تھا کہ جو کچھ ایک ہندو کرتا ہے وہ ہندومت ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض اسکالرز ہندومت کو ایک مذہب کے بجائے ایک کلچر، تہذیب، ثقافت اور تمدن کا ملغوبہ سمجھتے ہیں۔اس خواص اور عوام کی تفریق کا زکر کرتے ہوئے البیرونی کہتے ہیں

"ہر قوم میں عوام اور خواص کے معتقدات مختلف ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خواص کا رجان معقول کی طرف ہوتا ہے اور وہ اصول کی تحقیق کے خواہشمند ہوتے ہیں اس کے برخلاف عوام محسوسات سے آگے نہیں بڑھتے اور نہ کسی مسئلے کی تحقیق کے طالب ہوتے ہیں۔مذہب کے معاملے اور خاص طور پر ان مذہبی امور میں جن کے بارے میں اختلاف ہے وہ تحقیق و جستجو کو مطلقاً روا نہیں رکھتے۔"[43]

کلوسٹر میئر ہندومت پر ایک جامع تبصرہ اور مغربی طرز مذہبیت سے تقابل کرتے ہوئے ہندومت کے مختلف جہتوں کا زکر کرتے ہیں عقائد میں ڈھیلا پن کچھ اس طرح بیان کیا ہے

> *"Hinduism, as a way of life embraces all aspects of Indian culture. This Survey, while focusing on those expressions of Hinduism that are "religious" in a more specific sense, cannot leave out other aspects of life and culture that in the West are no longer connected with religion. Hindu "religion" has a metaphysical core, and it provides a spiritual interpretation to life in its entirety. Hinduism always left much freedom to its adherents to choose among many options, and it exerted—except in matters that had to do with sectarian discipline and caste rules—little pressure on its followers in matters of faith and belief"*[44]

ہندومت ایک طرز زندگی کے طور پر ہندوستانی کلچر کے تمام پہلوؤں کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے۔اس سروے میں صرف اس کے مذہبی پہلو کو ہی زیر بحث لایا جائے گا ایک خاص تصور میں رہتے ہوئے اگرچہ زندگی اور کلچر کے دیگر پہلوؤں کو نہیں چھوڑا جا سکتا جو کہ مغرب میں زیادہ تر مذہب سے رشتہ توڑے ہوئے

CC BY

ہیں۔ہندومت مابعد الطبیعاتی پہلو بھی رکھتا ہے اور اپنے اندر ایک روحانی زندگی کی تشریح کو بھی ثابت کرتا ہے۔ہندومت اپنے ماننے والوں کے لیے بہت ساری انتخابی آزادی رکھتا ہے(مطلب اس کے ماننے والے اگر کسی چیز کا انکار بھی کر لیں تو ان کے ہندو ہونے کی صحت متاثر نہیں ہوتی)سوائے اس کے کچھ مقدس اصولوں اور نظام ذات پات کے۔وہ اپنے پیروکاروں پر عقائد اور ایمانیات پر ایک معمولی زور دیتا ہے۔

البیرونی خدا کے متعلق ہندوؤں کے عقائد کے ضمن میں وہ ایک بار پھر عوامی مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ یہ صورتحال تمام مذہب عالم کی ہے۔

> "جب ہم ہندوؤں کے خواص سے گذر کر عوام کی جانب آتے ہیں تو ان کے عقائد میں بہت اختلاف نظر آتا ہے۔ان میں تو بعض عقائد نہایت مکروہ ہیں لیکن اس قسم کے خرافات تو دوسرے مذاہب میں بھی ہیں بلکہ اسلام میں بہت ساری غلط چیزیں داخل ہو گئی ہیں مثلاً تشبیہ کے متعلق عقائد یا جبریہ فرقے کی تعلیمات یا مذہبی امور میں غور و فکر کی حرمت وغیرہ"[45]

ہندو آبادیاں اور اشاعت مذہب

کسی بھی مذہب کی صورتحال کا اندازہ اس کی آبادی اور محل وقوع کو معلوم کرنے سے سامنے آتا ہے۔ہندومت کو مغرب میں کیا پذیرائی ملی اور کب ملی؟اس کی ہندوستان اور اس سے متعلقہ ممالک میں جو اعداد و شمار کلوسٹر میئرنے بیان کیے ہیں آیئے ان کی تصنیف میں دیکھیں۔

> *"More than eight hundred million of India's over one billion people call themselves Hindus. In addition, some fifty million Hindus are living outside India: eighteen million in Nepal, the only country that has declared Hinduism its state religion, fifteen million in Bangladesh, three million in Sri Lanka, two million in Pakistan, the rest all over the world. North America is by now home to about 2.5 million Hindus, and most major cities have Hindu temples, often replicas of classical Indian temples executed by traditional Indian craftsmen. Hindu gurus have become very visible in the West during the past few decades as promoters of a faith that many young Westerners adopted as their own. The establishment of fairly large, permanent Hindu communities around temples in North America is already leading to what has been called the Hinduization of America"*[46]

ہندوستان کے ایک بلین انسانوں میں سے آٹھ سو ملین سے زائد اپنے آپ کو ہندو کہلاتے ہیں۔ایک روایت کے مطابق کم و بیش پچاس ملین ہندو انڈیا سے باہر مقیم ہیں۔جن میں سے اٹھارہ ملین نیپال میں ہیں جو کہ واحد ملک ہے جس نے ہندومت کو اپنا ریاستی مذہب قرار دیا ہے۔پندرہ ملین بنگلادیش کے باسی ہیں۔تین ملین سری لنکا،دو ملین پاکستان اور باقی پوری دنیا میں موجود ہیں۔شمالی امریکہ میں اندازاً دو اشاریہ پانچ ملین ہندو ہیں اور تمام بڑے شہروں میں ہندوؤں کے ٹیمپلس ہیں۔اکثر ٹیمپل ہندوستانی طرز تعمیر کے مطابق ہندوستان کے روایتی ہندوستانی ہنرمندوں کے ہاتھوں تعمیر کیے گئے ہیں۔ہندو پنڈت پچھلی کچھ دہائیوں کے دوران اپنے مذہب کی تبلیغ کے طور پہ مغرب میں موجود ہیں اور مغرب کے نوجوانوں نے اپنے آپ کو اس میں ضم بھی کیا ہے۔شمالی امریکہ میں ان ٹیمپلس کے گرد مستقل رہائش پذیر ہندو برادری جسے ہندوزیشن آف امریکہ کہا جاتا ہے وہ پہلے سے ہی رہنمائی سرانجام دے رہی تھی۔

یہ اعداد و شمار بھی کافی پرانے ہیں جن کا ذکر کلوسٹر میئرنے کیا آج اس میں مزید بھی پیش رفت ہو چکی ہے اور جاری بھی ہے۔اس مذہب کی دعوت ہندومت کا پرانا طرز نہیں ہے قدیم ہندومت سے وابستہ لوگ کسی خطہ ارض تک اور اپنے علاوہ کسی کو انسان تک تصور نہیں کرتے تھے یکایک یہ ایک انوکھا عمل ہے۔عصر حاضر میں ہندومت کو عالمی لیول پر متعارف کروانے اور اس کی طرف دعوت کا حافظ شارق نے بھی ذکر کیا ہے جو کہ پروگرام علوم اسلامیہ کے نام سے کچھ ماڈیول تیار کر چکا ہے۔وہ اپنے ماڈیول "مذاہب عالم کا بنیادی تعارف" میں لکھتے ہیں۔

> "1947ء میں برصغیر کی تقسیم کے بعد بھارت اور پاکستان علیحدہ ملک کے طور پر وجود میں آئے۔بھارت آزادی کے بعد سیکیولرازم کی راہ پر گامزن ہوا لیکن اس دور میں ہندومت کو دنیا کے سامنے جس قدر سائنٹفک اور نفیس انداز میں پیش کرنے کا رجحان پیدا ہوا اس کی مثال ماضی مین نہیں ملتی۔ہندو علما اس سے پہلے بھی مغرب میں اپنی مذہبی سرگرمیاں شروع کر چکے تھے لیکن آزادی کے بعد ان سرگرمیوں میں اضافہ ہوا اور

کئی ایسے ادارے تشکیل دیئے گئے جن کا مقصد خاص مغرب میں ہندومذہب کی تبلیغ تھا۔اس مقصد کے لیے انگریزی زبان میں اس مذہب کے متعلق ایک بڑا علمی ذخیرہ تشکیل دیا جانے لگا جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔"[47]

کلوسٹر میئر نے مغربی دنیا کی ہندوستان اور ہندومت کی طرف توجہ کب اور کیسے مبذول ہوئی کا ذکر کیا ہے اور کے بعد اس دوری کے خاتمے سے کیا اثرات مرتب ہوئے اس کو بھی بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"For many centuries India had been a distant and mysterious land to Westerners. Since the Age of Discovery—and it is an interesting coincidence that the discovery of America took place as the result of Europe's search for India— India has become increasingly familiar to the West. The West realized that India had more to offer than spices and markets, and in turn India gave up its initial reserve, opening up its treasures of literature and culture to Western scholars. India's ancient heritage is readily accessible today"[48]

ہندوستان صدیوں تک اہل مغرب سے لاتعلق اور نظروں سے اوجھل رہا- یہ اوجھل پن مغرب کے دور انکشافات تک چلا-اور ایک دلچسپ نقطہ یہ ہے کہ ہندوستان کی تلاش کے نتیجے میں امریکہ کی دریافت وقوع پذیر ہوئی۔اب توہندوستان کی مغرب سے بے حد آشنائی ہوچکی ہے مغرب نے اس چیز کو محسوس کیا کہ ہندوستان کے پاس مصالحہ جات اور دیگر تجارتی مواقع پیش کرنے کا خاصہ مواد موجود ہے اور ابتدائی ناآشنائی کو بھی ترک کر دیا ہے۔انہوں نے اہل مغرب کے لیے اپنے لٹریچر اور کلچر کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ہندوستان کا قدیم ورثہ آجفوری طور پہ قابل رسائی بن چکا ہے۔

ہندومت کی اس اشاعت کا کیاراز ہے خصوصًا مغرب میں اس کو کیوں مقبولیت ملی ؟اس کی بنیادی وجہ اس مذہب میں موجود بے حیائی اور برہنہ پن ہے اور دوسری چیز اس کے اندر فکری بے راہ روی ہے جو بھی من کرے وہ عقیدہ اپنا لیا جائے اور جو دل کرے طرز زندگی اختیار کر لیا جائے اعمال اور عقائد کا یہ شتر بے مہار مذہب مغربی تصور دین سے زیادہ ہم آہنگ ہے اس لیے اس کو وہاں تھوڑی بہت مقبولیت ملی ہے اس چیز کو حافظ شارق نے بھی بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"ان سبھی عوامل جن کا ہم نے جائزہ لیا ان کی بناپر ہم کہ سکتے ہیں کہ موجودہ ہندودرہم کوئی ایک خاص فلسفہ، نظام زندگی اور دستور العمل نہیں بلکہ یہ متعدد خیالات و نظریات کا ایک ایسا منفرد مجموعہ ہے جس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔آج اس مذہب میں اس قدر لچک موجود ہے کہ ایک فرقہ تین خداؤں کو مانتا ہے تو دوسرا تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو۔حتیٰ کہ خدا کا انکار کرنے والے بھی اس مذہب کا حصہ ہیں۔"[49]

مزید لکھتے ہیں کہ:

"ہندومت اس آزادی کا نام ہے جس کی روسے ہر کوئی شخص کوئی بھی عقیدہ اور رسم اپنا سکتا ہے۔یہ مذہب خدا کے مختلف تصورات میں سے کسی ایک تصور کو حق اور باطل قرار نہیں دیتا اور نہ کسی ایک تصور کو کل بنی نوع انسان کے لیے قطعی معیار تسلیم کرتا ہے۔ہر شخص کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ جو تصور اور طریقہ عبادت پسند کرے وہ اختیار کرے۔بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ تناسخ کو نہیں مانتے، تو کچھ لوگ گائے کے تقدس کو اہمیت نہیں دیتے، کچھ ذات پات کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور تو کچھ مقدس کتابوں پر تنقید کرتے ہوئے ملتے ہیں"[50]

ذات پات کا نظام

ہندومت میں ذات پات کی بنیاد پر انسانیت کی یہ تقسیم ایک طرف ہندومت کا سب سے بدنما داغ بھی ہے تو دوسری طرف سب سے بڑی پہچان بھی ہے۔ایک شخص خدا کے وجود کا انکار تو کر سکتا ہے مگر برہمن کی بالادستی سے منحرف نہیں ہو سکتا۔آج تک ہندومت میں جو بھی تحریکیں اٹھی ہیں ان کی اصل وجہ اسی نظام ذات پات سے بغاوت ہے۔یہ نظام ذات پات آریہ قوم نے متعارف کروایا تھا جو کہ یہاں کے اصل باشندوں کو قعر مذلت میں گرانا تھا۔بیرونی حملہ آوروں کا اگر ہندوستان میں کسی نے استقبال کیا ہے تو وہ بھی وہی محکوم طبقہ ہے جو برہمن کی خدائی سے بیزار تھا۔ہندومت میں عقائد واعمال کے محیر العقول فسادات بھی اسی تقسیم کے مرہون منت ہیں جس نے برہمن کی مذہبی اجارہ داری کو عقیدہ بنا کر پیش کیا اور نچلے طبقے مذہبی تعلیمات سے مکمل نابلد رہ گئے۔

عصر حاضر میں مہذب قوموں سے شناسائی، مسلمانوں کے اثرات، مذہب پر گرفت ڈھیلی پڑنے، مسلسل بغاوت، میڈیا کے ذریعے آگاہی اور نام نہاد سیکیولر اسٹیٹ کے قیام کی وجہ سے یہ نظام اپنی سابقہ حالت میں موجود نہیں ہے مگر اس کا بالکل خاتمہ نہیں ہوا اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ نظام کسی مادی طاقت کے ذریعے

CC BY

قائم نہیں ہوا تھا کہ اس کے زوال سے یہ دم توڑ جاتا اس کو نا صرف مذہبی عقیدہ کے طور پر متعارف کروایا گیا بلکہ اس کی پشت پہ خود ساختہ انسانی تخلیق کا ایک فلسفہ پیش کیا گیا اور برہما کے اعضاء کا ذکر کر کے اس کو گویا فطری اور قدرتی تقسیم تسلیم کروایا گیا یہی وجہ ہے کہ آج بھی ایک مذہبی ہندو اس کو ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر بجالا تا ہے اس کو اچھوت پن پر کوئی اعتراض نہیں ہے کلوسٹر میئر موجودہ ذات پات کے نظام پر رقمطراز ہے

> *"These developments have enormous practical consequences, which we cannot fully explore in the context of this book. However, it should be clearly understood that the caste structure of Hinduism is much more flexible in many more ways than previously assumed and that the meaning of caste in India has changed, but its importance is not diminished."*[51]

یہ وہ اصلاحات ہیں جنہوں نے بے تحاشا عملی نتائج مرتب کیے جن کو ہم اس کتاب کے مندرجات میں بیان نہیں کر سکتے۔ البتہ یہ بات بڑی واضح طور پہ سمجھ لینی چاہیے کہ ماضی میں جو ہندو مت کا نظام ذات پات روپ دھارے ہوئے تھا اس سے کئی طریقوں میں یہ مناسب ہو گیا ہے اور اب ہندوستان میں اس کا مفہوم بھی تبدیل ہو گیا ہے لیکن اس کی اہمیت میں اب بھی کمی واقع نہیں ہوئی ہے

البیرونی اپنی کتاب کے باب نمبر ۹، فی ذکر الطبقات التی لیسمونها الوانا و مادونها کے تحت ہندوؤں میں ذات پات کی تخلیق، طبقے اور ان کے وظائف پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کے خیال میں:

> "وهم لیسمون طبقاتهم برن ای الا لو ان ویسمونها من جهة النسب جاتک ای الموالید و هذه الطبقات فی اول الامر اربع علیاهم البراهمہ قد ذکر فی کتبهم ان خلقتهم فی را س براهم وان هذا الاسم کنایة عن القوة المسماة طبیعة والراس علاوة الحیوان فالبراهمة نقاوة الجنس ولذلک صارو عندة خیرة الانس۔ والطبقة التی تتلوهم کشرخلقا براهمة من مناکب براهمہ و یدیہ و رتبتهم عن ربتة البراهمة غیر مباعدة جداً۔ دونهم بیش خلقوا من رجلی براهم۔ وهاتان المرتبتان الاخیر تان و متقاربتان و علی تما یزهم مجمع المدن و القریٰ اربعتهم مختلطی الساکن والدور"[52]

ہندو اپنے طبقوں کو برن (ورن) یعنی الوان یا رنگ کہتے ہیں اور نسب کی حیثیت جاتک یعنی موالید یا پیدائشی نام رکھتے ہیں۔ یہ طبقے ابتدائی منزل میں چار ہیں۔ سب سے اونچا طبقہ برہمنوں کا ہے۔ ان کی کتاب میں مذکور ہے برہمن برھما (خالق) کے سر سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ لفظ اسی قوت سے کنایہ ہے جس کو طبیعت کہتے ہیں۔ سر حیوان کا سب سے بلند حصہ ہے۔ اس لیے برہمن اس جنس کے خلاصہ و منتخب ہیں اور اسی وجہ سے ہندؤں کے نزدیک سب سے بہتر انسان ہیں۔ ان کے بعد کشتر (چھتری) کا طبقہ ہے۔ ہند کے خیال میں یہ لوگ برھما کے مونڈھوں اور اس کے دونوں ہاتھوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا مرتبہ برہمنوں کے مرتبہ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ تیسرا طبقہ بیش (ویش) ہیں۔ شُدر (شودر) یہ لوگ برھما کے دونوں پیروں سے ہوتے ہیں۔ اخیر کے دونوں طبقے مرتبے میں باہم قریب ہیں۔ یہ چاروں طبقے باوجود ایک دوسرے سے فرق و امتیاز رکھنے کے شہروں اور دیہاتوں میں مخلوط ماحول اور گھروں میں رہتے ہیں۔

کلوسٹر میئر نے اسی مضمون کو اس انداز میں تحریر کیا ہے

> *"The word caste, derived from the Portuguese casta, is not really an adequate translation of the original Sanskrit term varṇa and is apt to generate wrong associations connected with the traditional Indian social structure. We have to keep this in mind when using it. In ancient Indian literary documents the origin of the traditional Indian social structure is associated with the creation of humankind: the puruṣa-sūkta of the Ṛgveda dramatically explains the origin of humankind out of the sacrifice of the primeval puruṣa and his dismemberment; out of his mouth originated the Brāhmaṇas, from his chest came the Kṣatriyas, from his belly issued the Vaiśyas, and from his feet the Śūdras."*[53]

کاسٹ کا لفظ پرتگالی زبان کے لفظ کستا سے ماخوذ ہے اس کا ترجمہ سنسکرت کے اصل اصطلاح ورن سے کرنا مناسب نہیں ہے اور یہ بھی درست نہیں ہے کہ ایک غلط جوڑ پیدا کیا جائے وہ بھی ایسی چیز کے جو ہندوستان کے روایتی معاشرتی ڈھانچے کے ساتھ منسلک ہو۔ لھذا استعمال کے وقت یہ چیز ہمیں ذہن میں رکھنی

CC BY

ہو گی۔ قدیم ہندوستانی دستاویزات کی روسے ہندوستانی روایتی معاشرتی ڈھانچہ آغاز آفرینش سے جڑا ہوا ہے۔ رگوید تمثیلی انداز میں انسانیت کی ابتداء کو بیان کرتا ہے۔ یہ برہما اور اس کے اعضاء کی قربانی کا نتیجہ ہے۔ ان کے دہن سے برہمن، چھاتی سے کھشتری، شکم سے ویش اور پاؤں سے شدر پیدا ہوئے۔

البیرونی نے مذکورہ بالا چار طبقات کے علاوہ کچھ اور طبقات / پیشے بھی بتائے ہیں جنہیں ہندوؤں میں انتہائی ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ یہ لوگ انتر کہلاتے ہیں۔ یہ آٹھ قسم کے پیشے سے منسلک افراد ہیں۔ لکھتے ہیں:

"و یسمون انتروهم القصار والاسكاف واللعاب و نساج الزنابیل ولاترسته والسمان و صیاد السمک و قناص الوحوش ولا طیور و الحاثک فلا یساکنهم الطبقات الاربع فی بلدة و انما باودن الی مساکن تقربها و تکون خارجها"[54]

کپڑا دھونے والا یا دھوبی، موچی یا چمار، بازی گر یا نٹ، ٹوکریاں اور ڈھال بنانے والا، کشتی چلانے والا ملاح، مچھلی کا شکار کرنے والا یا مچھیرا، وحشی جانوروں اور چڑیوں کا شکار کرنے والا، کپڑا بننے والا جولاہا، ان سب کو چاروں ذات والے اپنی آبادیوں میں سکونت پذیر نہیں ہونے دیتے بلکہ گاؤں کے قریب باہر کی طرف رہتے ہیں۔

کلوسٹر میئرنے اسی نظام ذات پات کے بنیادی تصور کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے:

"From as far back as we know the distinction of varṇas, and later the further division of jātis, based upon it, had multiple aspects. Varṇa originally means "color," not "caste." It was for a long time understood by Western scholars to refer to skin color, a differentiation between the supposedly fairer skinned "Aryan invaders" and the darker skinned earlier inhabitants of India. D. Bernstorff in a carefully argued study suggested that varṇa originally did not refer to skin color but designated the four directions identified by white, black, red, yellow according to which the participants were arranged during the Vedic yajña"[55]

ہم قدیم سے قدیم ورن کی تقسیم اور بعد ازیں مزید ذاتوں کی تقسیم جانتے ہیں لیکن ان کی جس چیز پہ بنیاد ہے اس کے مختلف پہلو ہیں۔ ورن کی اصل معنی رنگ ہے ذات نہیں۔ عرصہ دراز تک مغربی اسکالرز کھال کے رنگ کے حوالے سے اس کو منسوب کرتے رہے۔ اس مفروضے پر تفریق کی گئی کہ سفید رنگ والے آریا حملہ آور تھے اور سیاہ جلد والے یہاں کے اصل باشندے۔ ڈاکٹر برن اسٹاف نے واضح طور پہ مطالعاتی دلائل پہ رائے دی کہ ورن کی اصلی نسبت جلد کے رنگ کی طرف نہیں ہے بلکہ چار جہات پر مبنی ہے جس کو سفید، سیاہ، سرخ اور زرد رنگوں سے بیان کیا گیا جو کہ ویدوں کی تدوین میں شریک ہونے والے جن افراد کا اہتمام کیا گیا تھا ان کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں۔

البیرونی نے چاروں طبقات کے فرائض پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں:

"برہمن کے لیے واجب ہے کہ نہایت دانش مند ہو، سکون قلب رکھتا ہو، راست باز ہو، اس میں برداشت کی خصلت نمایاں ہو، حواس پر قابو رکھتا ہو، انصاف کو نہ چھوڑے، دیکھنے میں صاف ستھرا ہو، عبادت گزار ہو اور دین کی طرف پوری توجہ رکھے۔ کشتر (کھتری) کے لیے ضروری ہے کہ دلوں میں اس کی ہیبت ہو، بہادر ہو، بلند حوصلہ ہو، زبان آور ہو، فیاض ہو، مشکلات سے بے پرواہو کر بڑے بڑے کاموں کو آسانی سے سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ بیش (ویش) کے فرائض میں کاشت کاری، مویشی کی دیکھ بھال کرنا اور تجارت میں مشغول رہنا ہے۔ شُدر (شودر) کو خدمت اور خوشامد میں لگے رہنا اور اس ذریعہ سے ہر شخص کو راضی کرنا۔ اس کے ساتھ ہی یہ سنہری اصول بھی نقل کیا ہے کہ ہر طبقہ اپنے ہی کام سرانجام دے گا اور دوسرے کے کام میں دخل نہ دے گا۔ خواہ دوسرا کام کس قدر شریفانہ کیوں نہ ہو ورنہ حد کو توڑنے کا مجرم ہو گا۔"[56]

تحقیق کے بنیادی نکات

- **کتاب الہند کی اہمیت:** البیرونی کی تصنیف ہندومت اور ہندوستان پر ماضی کا ایک بے نظیر انسائیکلوپیڈیا ہے، جس کی مثال عہدِ حاضر میں بھی ملنا مشکل ہے۔
- **تحقیق میں لسانی رکاوٹ:** ہندومت کو سمجھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ سنسکرت زبان ہے، جو اپنی ساخت میں پیچیدہ اور عام فہم نہیں ہے۔

OPEN ACCESS

- **ذات پات کا نظام:** ہندو مت میں ذات پات (Varna) کا نظام محض سماجی تقسیم نہیں بلکہ ایک مذہبی عقیدہ ہے جس کی جڑیں ان کی مقدس کتابوں (رگوید) میں موجود تخلیقِ انسانی کے فلسفے سے جڑی ہیں۔
- **علمی بخل اور کتمان:** قدیم دور میں ہندو برہمن اپنا علم دیگر اقوام بلکہ اپنی قوم کے نچلے طبقات (شودر) سے بھی چھپا کر رکھتے تھے، جس کی وجہ سے مستند تاریخی روایات کا فقدان پیدا ہوا۔
- **یونانی اثرات:** البیرونی کے تجزیے کے مطابق ہندو مت کے فلسفے اور بت پرستی میں قدیم یونانی تہذیب کی گہری چھاپ اور مشابہت نظر آتی ہے۔
- **تاریخ نویسی کا فقدان:** اہل ہند میں تاریخ نویسی کا رجحان کم رہا ہے، جس کی وجہ سے اس مذہب کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں معلومات زیادہ تر قیاس آرائیوں اور اندرونی مذہبی داستانوں پر مبنی ہیں۔
- **مذہب کی لچک:** ہندو مت ایک انتہائی لچکدار مذہب ہے جو ایک طرزِ زندگی کی طرح تمام پہلوؤں کو سموئے ہوئے ہے، یہاں تک کہ عقائد میں شدید اختلاف کے باوجود (مثلاً خدا کا انکار کرنے والے بھی) لوگ اس کا حصہ رہ سکتے ہیں۔
- **تقابلی فرق:** البیرونی کی تحقیق عرق ریزی، سنسکرت میں مہارت اور براہِ راست مشاہدے پر مبنی ہے، جبکہ کلوسٹر میئر کی تحقیق جدید علمی نظریات، لسانیات اور اعداد و شمار کے گرد گھومتی ہے۔

---

[1].Klostermaier, klous k., A survey of Hinduism, State university of New York. press,2007, P:9-10

[2] ۔ البیرونی،ابو الريحان،محمدبن احمد،فی تحقیق ما للهند من مقولة مقبولة فی العقل اومرذولة،بمطبعة مجلس دائرةالمعارف العثمانية،بحيدر آبادالدكن الهند،1377ھ/1958م،ص:13

[3]۔ابوریحان البیرونی، (نیاز احمد مترجم)سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،2003ص:115

[4]۔ تحقیق ماللھند، ص:13

[5]۔ ایضًا

[6]۔ابوریحان البیرونی، ص:115

[7]۔ A survey of Hinduism, Preface, P:18

[8]۔ تحقیق ماللھند، ص:13

[9]۔ابوریحان البیرونی، ص:115

[10]۔ A survey of Hinduism, Preface, P:18

[11]۔ تحقیق ماللھند، ص:14

[12]۔ابوریحان البیرونی، حوالہ مذکور، ص:117

[13]۔ تحقیق ماللھند، ص:15

[14]۔ابوریحان البیرونی، ص:117

[15]۔ایضا، ص:119-120

[16]۔ابوریحان البیرونی، ص:120

[17]۔ایضا، ص:121

[18]۔ایضًا

[19]۔کتاب الہند، ص:219

[20]۔ A survey of Hinduism,P:17

[21]۔کتاب الہند، ص:219

OPEN ACCESS

[22]۔A survey of Hinduism,P:18

[23]۔کتاب الہند، ص:223

[24]۔A survey of Hinduism,P:18

[25]۔ابوریحان البیرونی، حوالہ مذکور، ص،293

[26]۔A survey of Hinduism,P:19

[27]۔ایضًا، ص:29

[28]۔ابوریحان البیرونی، ص:121-122

[29]۔ایضًا، ص:122

[30]۔A survey of Hinduism, P:12

[31]۔ایضًا

[32]۔A survey of Hinduism, P:12

[33]۔ایضًا

[34]۔A survey of Hinduism, P:13

[35]۔کتاب الہند، ص:77

[36]۔کتاب الہند، ص:77

[37]۔ایضًا، ص:79

[38]۔ایضًا، ص:84

[39]۔ایضًا

[40]۔کتاب الہند، ص:85

[41]۔ایضًا، ص:95

[42]۔ایضًا، ص:96تا102

[43]۔کتاب الہند، ص:17

[44]۔A survey of Hinduism,P:7

[45]۔کتاب الہند، ص:18

[46]۔A survey of Hinduism,Introduction,P:1

[47]۔شارق، محمد، حافظ، اسلام اور مذاہب عالم، ص:81، ماڈیول WR01 مذاہب عالم کا بنیادی تعارف، WWW.ISLAMIC-STUDIES.INFO س۔ن

[48]۔A survey of Hinduism,Introduction,P:1

[49]۔اسلام اور مذاہب عالم، ص:81، ماڈیول WR01 مذاہبعالم کا بنیادی تعارف

[50]۔اسلام اور مذاہب عالم، ص:82، ماڈیول WR01 مذاہبعالم کا بنیادی تعارف

[51]۔A survey of Hinduism,P:289

[52]۔فی تحقیق ماللھند، ص:49

[53]۔A survey of Hinduism,P:289

[54]۔فی تحقیق ماللھند، ص:49

[55]۔A survey of Hinduism,P:290

[56]۔فی تحقیق ماللھند، ص:50